جناب ثروت صولت

محمدؐ عاکف

(۲)

شاعری

عاکف ایک فطری شاعر تھے اور ان کی نظمیں پُرگوئی کا نتیجہ نہیں ہوتی تھیں۔ انھوں نے اپنی شاعری میں ایک ایسی زبان استعمال کی جو توازنِ الفاظ سے نغمہ پیدا کرتی ہے۔ عاکف کی شاعرانہ عظمت کا ترک ادیبوں اور نقادوں نے دل کھول کر اعتراف کیا ہے[1]۔ علی نہاد تارلان لکھتے ہیں:

"مختلف سیاسی مصلحتوں نے ایک طویل عرصے تک "صفحات" کو اس توجہ سے محروم رکھا جس کی وہ مستحق ہے۔ بلاشبہ عاکف اور ان کا شاہ کار لافانی ہے"۔

"صفحات" کی جلد اول کی اشاعت ہی سے ان میں دو صفتیں نمایاں تھیں اور یہ صفتیں قوت

---

[1] محمد عاکف پر چند مستند کتابیں حسب ذیل ہیں:

۱۔ "محمد عاکف" از اشرف ادیب (دو جلد)۔

۲۔ "محمد عاکف" از عصمت جمال قونتائی (دو جلد)۔

۳۔ "محمد عاکف" از سلیمان نظیف۔

۴۔ "محمد عاکف، سوانح اور تصانیف" از فوزیہ عبداللہ تنسل۔

۵۔ "محمد عاکف اسلوب کی صفحات" از عمر رضا دوغرل۔

۶۔ "محمد عاکف اور ماحول معاشرہ" از فاروق قادری تیمور تاش۔

۷۔ "محمد عاکف" طبع مطبعہ ملیت جی مرورنگی نشریاتی، استانبول ۱۹۶۱ء

۸۔ "محمد عاکف" از علی نہاد تارلان۔

یہ سب کتابیں ترکی زبان میں ہیں۔ آخرالذکر کا ترجمہ اردو میں ہوگیا ہے۔

اور خلوص کی ہیں۔ ایک ایسے اسلوب کے ساتھ جس میں کسی قسم کا نقص نہ تھا، عاکف نے اپنے جذبات کو ایسے مؤثر اور فطری انداز میں شعر کے قالب میں ڈھالا ہے جس کی مثال پہلے کہیں نہیں ملتی۔ اس بے نظیر فن کار کا فن اتنا پختہ ہے کہ وہ قاری کو فنی تقلید سے مکمل بے نیازی کا تاثر دیتا ہے۔ عاکف کا فن گزشتہ یا موجودہ کسی بھی ترک مصنف کی تقلید سے آزاد تھا۔ انھوں نے اپنے بنائے ہوئے اصول کی تقلید کی جس کا جوہر ہماری رائے میں یہ نکتہ تھا کہ انتہائی حسن، انتہائی سادگی کے ساتھ حاصل کیا جائے۔"[۲]

شہاب الدین لکھتے ہیں:[۳]

"جو شخص عاکف کو ان کے معمولی لباس میں دیکھے گا وہ یہ خیال کرے گا کہ وہ ایک پرائمری اسکول کے مدرس ہیں۔ کوئی شخص یہ شبہ نہیں کرے گا کہ وہ نہ صرف موجودہ صدی کے بلکہ شاید تمام ترکی تاریخ کے سب سے بڑے رزمیہ شاعر ہیں۔"

خالدہ ادیب لکھتی ہیں کہ:

"فکرت کے مقابلے میں محمد عاکف زیادہ پختہ اور پرزور شاعر تھے۔ انھوں نے اپنے موضوعات عام زندگی اور حقائق سے لیے ہیں۔ اگرچہ یہ حقائق وہ تھے جن کا اس وقت چلن نہیں رہا تھا۔"[۴]

عبد الکریم جرمانوس لکھتے ہیں کہ "عاکف گلی کوچوں کے قہوہ خانوں میں جا کر وہاں کے بے فکروں

---

[۲] علی نہاد تارلان، "محمد عاکف" اردو ترجمہ، ص ۱۴۸۔ ڈاکٹر علی نہاد تارلان موجودہ دور کے ایک ممتاز ترک ادیب ہیں۔ ان کی دو کتابوں "محمد عاکف" اور "نامق" کا اردو میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے اقبال کی "پیام مشرق" اور "زبور عجم" کے کچھ حصوں کا ترکی زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے جو کتابی شکل میں شائع ہو [illegible] ہے۔ کتاب کا نام ہے" اقبال کے اشعار؛ پیام مشرق و زبور عجم [illegible] کتاب ۲۸۳ صفحات پر مشتمل ہے [illegible] اور ۱۹۷۱ء میں شائع ہوئی ہے۔

[۳] شہاب الدین (۱۸۷۰ [illegible] ۱۹۰ [illegible]) جدید ترکی ادب کی ممتاز ترین شخصیتوں میں سے [illegible] تھے۔ اچھے شاعر اور بلند پایہ نثر نگار تھے۔ ان کا تعلق [illegible] [illegible] ون سے تھا۔

[۴] خالدہ ادیب، ترکی میں [illegible] کی کشمکش، ص ۱۵۳۔

سے گفتگو کیا کرتے تھے۔ انھوں نے آوارہ گردوں اور خانہ بدوشوں کی زبان سے ان کے قصے سنے۔ ان کے حساس دل و دماغ پر ان مفلوک الحال اور ادنیٰ درجہ کے لوگوں کے مصائب اور آلام کا بہت گہرا اثر پڑا اور انھوں نے اپنے موسیقیت سے بھرے ہوئے پُرتاثیر اشعار میں ان کی دل ہلا دینے والی فریاد کے چربے اتار کر رکھ دیے ہیں"[۵۵]

خود عاکف نے، جو ہمیشہ مشاہدہ پر زور دیتے تھے، اپنی حقیقت نگاری کا اظہار ایک شعر میں اس طرح کیا ہے:

"نہیں نہیں! دنیائے خیال کے ساتھ میرا لین دین نہیں۔ یقین جانو میں نے جو کچھ کہا ہے پہلے اسے دیکھا ہے پھر کہا ہے۔"

عاکف کی شدتِ احساس کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ جب وہ شعر کہتے یا پڑھتے تھے تو پسینے سے شرابور ہو جاتے تھے۔

فن برائے زندگی

عاکف نے جوانی ہی سے شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ شروع میں وہ غزل کہتے تھے پھر غزل گوئی ترک کر دی۔ شاعری میں معلم ناجی[۵۶] ان کے استاد تھے۔ پھر عاکف کے ذہن پر سب سے زیادہ اثر سعدی، نامق کمال اور عبدالحق حامد کا تھا۔ ان کی شاعرانہ شہرت کا آغاز ۱۹۰۸ء سے ہوا جب ان کی نظمیں پہلے "صراطِ مستقیم" اور پھر "سبیل الرشاد" میں شائع ہوئیں۔

عاکف فن برائے فن کے نظریہ کے خلاف تھے اور فن برائے زندگی کے نظریہ پر یقین رکھتے تھے۔ اگرچہ عاکف کا ثروت فنون کی تحریک سے (جس کا زمانہ ۱۸۹۵ء سے ۱۹۰۱ء تک رہا) قریبی تعلق تھا۔ اور یہ تحریک فن برائے فن کے نظریہ کی علمبردار تھی، لیکن عاکف نے اس تحریک سے اختلاف بھی کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ اس تحریک کی زبان عربی فارسی کے ثقیل الفاظ سے بوجھل تھی اور اس کا موضوع ایک قسم کی

---

۵۵ عبدالکریم جرمانوس، ترکوں کی اسلامی خدمات، اردو ترجمہ، ص ۱۲۷

۵۶ معلم ناجی (۱۸۵۰ء تا ۱۸۹۳ء) ممتاز ادیب، نقاد اور شاعر تھے۔ سیدھے اور صاف انداز تحریر کے استاد اور کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ترکی ادب کی تاریخ میں ایک پورا دور ان کے نام سے منسوب ہے۔

بیمار محبت تھا۔ عاکف کہتے تھے کہ انسان کو معاشرے سے قریبی روابط استوار کرکے زندگی گزارنی چاہیے اور اگر عوام میں اپنے نظریات عام کرنا ہیں تو ایسی زبان استعمال کرنی چاہیے جسے وہ سمجھ سکیں۔ عاکف کہتے ہیں "جہاں تک ہمارے فن کا تعلق ہے، ہمارے فن میں زندگی نہیں۔ ہاں اس کا ذکر ضرور ہے۔"

عبدالکریم جرمانوس لکھتے ہیں کہ "عاکف کو ترکی معاشرت کی اصلاح کی دھن تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ ترکوں میں ان کی خامیوں اور پستیوں کا احساس پیدا کردیں۔ حسین رحمی نے جو خدمت اپنی ناولوں کے ذریعے احمد راسم نے اپنے مضامین کے ذریعے اور ایک جری ناشر کتب ابراہیم حلبی نے اپنی کتابوں کی مدد سے انجام دی وہی کام عاکف نے اپنی شاعری کے ذریعے کیا۔"[۵]

اسلامی فکر

عاکف اور علامہ اقبال کے مقصد شاعری اور افکار میں بہت مماثلت پائی جاتی ہے۔ اقبال کی طرح عاکف کے فکر کی بنیاد بھی اسلام ہے۔ وہ بھی اقبال کی طرح اسلامی اصولوں کو ابدی سمجھتے تھے اور مسلمانوں کی زندگی کے پورے ڈھانچہ کو ان اصولوں پر استوار کرنا چاہتے تھے۔ وہ مسلمانوں کے ماضی کو حقارت سے نہیں بلکہ قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کیونکہ یہ ماضی مسلمانوں کی عظمتِ گزشتہ کا آئینہ ہے اور عاکف چاہتے تھے کہ مسلمان اپنی گمشدہ عظمت پھر حاصل کرلیں۔ خالدہ ادیب لکھتی ہیں:

"اگرچہ فکرت اور عاکف ایک دوسرے پر بار بار حملہ آور ہوتے تھے لیکن دونوں کے پیش نظر ایک ہی مقصد کا حصول تھا یعنی ایک بہتر اور منصفانہ دنیا۔ فکرت کا خیال تھا کہ انسان اس مقصد کو ماضی کو رد کرکے اور عقل کو کام میں لاکر حاصل کرسکتا ہے۔ اور عاکف کا کہنا ہے کہ وہ قوم جو اپنے ماضی کو ترک کردے مستقبل نہیں بنا سکتی اور یہ کہ مذہب کے بہتر تصور کے ذریعہ ہی انسان خود کو بہتر بنا سکتا ہے۔"

عبدالکریم جرمانوس لکھتے ہیں کہ " عاکف نے کمال جسارت سے اور علی الاعلان اپنے اشعار میں ترکوں کے زوال کا ماتم کیا ہے اور اس کی علت غائی احکام اسلام سے بیگانگی اور سچے ایمان سے

---

[۵] عبدالکریم جرمانوس، ترکوں کی اسلامی خدمات، اردو ترجمہ، ص ۱۲۷۔

انحراف قرار دیا ہے۔ اگرچہ ان کے دلائل نقار خانہ میں طوطی کی آواز ثابت ہوئے تاہم ان کی شاعری نے قارئین کے قلوب کو ضرور مسخر اور مسحور کیا۔"

نمونۂ کلام

ذیل میں ہم عاکف کے کلام سے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جو اس موضوع سے تعلق رکھتے ہیں[۵۸]:

"اگر کسی دن مذہب (اسلام) کا منبع خشک ہو جائے تو نہ احساس باقی رہے گا اور نہ ہی زندگی باقی رہے گی۔ جماعت کی بقا کا انحصار دین کی بقا پر ہے۔"

"یا تو ہم قرآن کو کھولتے ہیں اور اس کے اوراق پر نظر ڈالتے ہیں یا اسے پڑھ کر مُردوں کو بخش دیتے ہیں اور گزر جاتے ہیں۔ خوب اچھی طرح سمجھ لو کہ قرآن نہ ہی قبرستان میں تلاوت کرنے کی غرض سے ہے اور نہ فال بینی کے لیے نازل کیا گیا ہے۔"

"اور صرف دینِ اسلام، دینِ شجاعت اور دینِ عزت ہے۔ حقیقی اسلام بہادری کی سب سے بڑی داستان ہے۔"

"فضائلِ اخلاق سے ہمارے پاس کیا ہے؟ رذائل اخلاق سے ہمارے پاس کیا کم ہے؟ حالانکہ ہمیں معلوم ہے کہ حسنِ اخلاق کا عظیم ترین حامی ایمان ہی ہے۔"

"قومی اخلاق کو بچوں کا کھیل نہ سمجھو کیونکہ یہی قوم کی روح ہے۔ اخلاق کا افلاس بڑی بھیانک موت ہے اور یہ دراصل موتِ کلی ہے۔"

آنحضرتؐ نے انسانیت کی جو خدمت کی ہے۔ عاکف نے اپنی مشہور نظم "ایک رات" میں اس کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

"وہ کمزور جس کے تمام حقوق پامال ہی ہونے کے لیے تھے زندہ ہو گیا۔ ستم جس کے زوال کے متعلق سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا اپنی موت آپ مر گیا۔ ہاں آپؐ کی شرع مبین اہلِ عالم کے لیے ایک رحمت تھی، جس نے ہر داد خواہ کے گھر پر اپنے بازوؤں سے سایہ کیا۔ دنیا میں جو کچھ بھی ہے،

---

۵۸ عاکف کے اشعار کے ترجمہ کا متن میں نے زیادہ تر وہی لیا ہے جو ڈاکٹر محمد صابر نے پروفیسر علی نہاد تارلان کی کتاب کے اردو ترجمہ میں لکھا ہے۔ بصورت دیگر میں نے ہر جگہ ماخذ کا حوالہ دینے کی کوشش کی ہے۔

سب ان ہی کی دَین ہے۔ تمام اہلِ جہان ان کے مرہونِ منت ہیں۔ تمام دنیائے انسانیت اس معصوم کی مقروض ہے۔ الٰہی! قیامت کے دن مجھے اسی اقرار کے ساتھ اٹھائیو۔"

اپنی ایک نظم "اذانیں" میں اذان کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ "یہ اللہ کی آواز ہے جو آسمانوں کو معمور کر دیتی ہے۔ کیا اس آواز کے لیے یہ کوئی بڑی بات ہے کہ یہ ساری دنیا کو ہلا دے۔"

یہ خیال اقبال کے اس شعر سے کتنا مشابہ ہے:

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذان سے پیدا

تقدیر پرستی اور بے عملی

عاکف کا خیال تھا کہ بعض مخصوص مذہبی اصولوں کی غلط توجیہہ اسلام کی موجودہ دردناک حالت کا سبب ہے۔ مثلاً تقدیر پر شاکر ہو کر عمل سے اجتناب کو وہ سستی اور کاہلی کا ایک بہانہ سمجھتے تھے۔ اسی وجہ سے وہ جاپانیوں کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے کہ ان میں دینِ مبین کی روح کارفرما ہے اور صرف ان کی ظاہری صورت بودھوں جیسی ہے۔

تقدیر پرستی کے خلاف جد وجہد عاکف کی شاعری کا عظیم کارنامہ ہے۔ وہ اپنی ایک نظم میں تسلیم و رضائے الٰہی پر قناعت کے جذبات کا اظہار کرتے ہیں لیکن آگے چل کر جب اسلامی دنیا کے تکلیف دہ حالات کا ذکر کرتے ہیں تو خدا سے شکوہ کرتے ہیں کہ تیری مدد کہاں ہے۔ اس پر ان کو یہ الفاظ سنائی دیتے ہیں جنھیں سن کر شاعر خاموش ہو جاتا ہے:

"اے نادان خاموش! دنیا کی گردش کبھی نہیں رکتی۔ تو کیا سمجھتا ہے۔ کیا قوانینِ عالم شکوہ اور شکایت سے معطل ہو سکتے ہیں؟ مدد چاہتا ہے تو اپنی مدد آپ کر۔ جا اور خود اپنی کوشش سے ظلم اور ناانصافی کو دور کر اور دیکھ دنیا کس قدر عزت کے ساتھ اس قانونِ سعی کی اطاعت کرتی ہے۔"[۵۹]

عاکف ایک اور جگہ کہتے ہیں:

"اس دنیا کو کوئی اہمیت نہ دینا اور دوسری دنیا سے ہر چیز کی توقع رکھنا غلط ہے۔ یہاں تو نے

---

۵۹ محمد عزیر، دولتِ عثمانیہ، دار المصنفین، اعظم گڑھ، ج ۲، ص ۴۳۰

کیا بویا ہے کہ آخرت میں اسے کاٹنا چاہتا ہے؟ تیری قسمت میں آج بھی محرومی ہے اور کل بھی محرومی ہے۔"

"جو شخص بقا کو اپنا حق جانتا ہے وہ اپنے کو سعی و عمل کا بھی پابند کر لیتا ہے۔ کوشش کرو محنت کرو کہ بقا کا حق صرف سعی و عمل سے حاصل ہوتا ہے۔"

عاکف نے اپنے کلام میں ان مختلف طبقوں پر سخت تنقید کی ہے جو مسلمانوں کے زوال کا باعث ہیں۔ مثلاً ایک نظم میں وہ کہتے ہیں:

"وہ ملا جس کے خرقے کی آستین اور دامن زمین پر گھسٹتے رہتے ہیں وہی حدودِ مذہبی سے تجاوز کرنے میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔ ملت کے فائدے کے لیے تم جو کچھ سوچو وہ اس کی نظر میں بدعت ہے مگر شریعت کو بدل دینا اور ذلیل کرنا اس کی نگاہ میں سنت ہے۔"

عاکف قہوہ خانوں کو ناکارہ لوگوں کی پناہ گاہیں قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "یہ قہوہ خانے جو ہر جگہ موجود ہیں، ان سے ملتِ مرحومہ بہت سے مصائب سے دوچار ہوئی ہے۔"

نام نہاد روشن خیال نوجوانوں پر جو اُن قہوہ خانوں کی سب سے بڑی زینت ہوتے ہیں عاکف اس طرح تنقید کرتے ہیں:

"یہ نمود و نمائش والے شیخی خور لوگ کس جنس سے تعلق رکھتے ہیں؟ اگر ہم انھیں عورت کہیں تو ان کے نام مردوں جیسے ہیں۔ اگر ہم انھیں مرد کہیں تو ان کی صورت اور لباس... لمبے لمبے بال، مونچھیں مونڈی ہوئی۔ وہ بڑے بڑے رنج و غم کو شراب کے ایک جام کے عوض بھول سکتے ہیں۔ جوں ہی ان کی جیب میں کچھ رقم آجاتی ہے وہ کسی فیشن ایبل ریسٹوران کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ یہ لوگ عبادت اور عقائد کو یہ کہہ کر مسترد کر دیتے ہیں کہ یہ تمام باتیں پرانے طرز کی توہم پرستی ہیں۔ ان کے خیال میں قرآن کا بیسویں صدی کے علوم سے مطابقت پیدا کرنا ناممکن ہے۔ ایسے لوگوں نے مغرب سے صرف اس کی کمزوریوں اور شہوانی خوشیوں کو لیا ہے اور اس کے علم و ہنر کو چھوڑ دیا ہے۔"

عاکف کی نگاہ میں شعرا بھی ایک ناکارہ مخلوق ہیں۔ وہ علوم کی رہنمائی کے فرائض کیسے انجام دے سکتے ہیں۔ ان میں بعض مغرب کے عیوب قوم کو فراہم کر رہے ہیں اور بعض مشرق کے

استعمال شدہ مال کا بیوپار کرتے ہیں۔

اقبال کی طرح عاکف نے بھی عظمتِ آدم کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا ہے۔ چنانچہ اپنی ایک نظم "انسان" میں کہتے ہیں:

"انسان اپنی قدر نہیں پہچانتا۔ وہ تو فرشتوں تک سے بلند ہے۔ اس کے سینہ میں علم پنہاں ہے۔ اس کے قلب پر وجودِ باری اپنا پرتو ڈالتا ہے۔ جسمانی حیثیت سے دیکھو تو ایک ذرا سی چیز ہے لیکن کارسازیٔ الٰہی کا مقصود یہی ہے اور اسی لیے ابدی ہے اور بے قیود قدرت اس کی خادم ہے عالم اس کا باجگزار ہے۔ دنیا اس کی مرضی اور اس کے آئین کی فرمانبردار ہے۔ یہ کائنات کا تاج ہے"[۱۰]

اتحادِ اسلامی

اقبال کی طرح عاکف بھی وطن پرستی اور قوم پرستی کے نظریہ کے خلاف تھے اور اس کو اسلامی تعلیمات کے منافی خیال کرتے تھے۔ اسی لیے وہ انتہا پسند ترک قوم پرستوں اور اتحادِ توران کے حامیوں کے مخالف تھے۔ ان کی نگاہ میں اسلام، مسلمانوں کو متحد کرنے والی ایک عظیم طاقت ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

"ارے تجھے معلوم نہیں کہ تیری قومیت اسلام ہے۔ یہ قومیت کیا ہے؟ تو اپنی ملت سے کٹ کر استحکام اور مضبوطی کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتا ہے؟ کیا عرب کو ترک پر، لاز کو چرکس[۱۱] پر یا کرد پر اور ایرانی کو چینی پر کوئی ترجیح دی گئی ہے؟ کیا اتحادِ اسلامی میں جداگانہ عناصر کا جواز ہے؟ ہرگز نہیں! پیغمبرِ اسلام تصورِ قومیت پر لعنت بھیجتے تھے"[۱۲]

"ہمارے مسلک میں آٹھ نو اقوام کی گنجائش نہیں ہے۔ اے خدا کے بندو! اگر تم واقعی دیدۂ بینا

---

[۱۰] محمد عزیر، دولتِ عثمانیہ، دار المصنفین، اعظم گڑھ، ج ۲، ص ۳۲۸

[۱۱] لاز اور چرکس قفقاز کے علاقہ میں آباد مسلمان قومیں ہیں۔

[۱۲] یہ نظم اس حدیثِ نبوی کی وضاحت میں لکھی گئی ہے جس میں کہا گیا ہے "جب نزار کی اولاد نے پکارا اے آلِ نزار! مدد کو آؤ۔ اور جب اہلِ یمن چلائے: اے آلِ قحطان مدد کو آؤ! تو ان پر بدبختی مسلط کر دی گئی۔ اللہ کی مدد ان سے اٹھا لی گئی اور تلوار ان سب پر غالب آگئی۔"

رکھتے ہو تو جان جاؤ گے کہ یہ علیحدگی کی باتیں کہاں سے آئیں ؟"

"کبھی ہم بھی ایک ملت تھے ۔ مگر کیسی ملت، جب ہم دنیا میں آئے تو ہم نے ملت کے معنی دنیا والوں کو سکھائے ۔ جب انسانیت کی دنیا اندھیری تھی، ہم ظلمت کے اس سینہ سے نور کے چشمے کی طرح ابل پڑے ۔"

ایک اور نظم میں انھوں نے البانوی اور عرب قوم پرستوں کو جو سلطنتِ عثمانیہ سے الگ ہونا چاہتے تھے اس طرح مخاطب کیا ہے :

"علیحدگی کا خیال تمھارے دلوں میں کیسے پیدا ہوا ؟ کیا نظریۂ قومیت کو شیطان نے تمھارے دلوں میں ڈال دیا ہے ۔ ان تمام اقوام کو ایک ہی ملت کے جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرنے والے اسلام کو جڑ بنیاد سے تباہ و برباد کرنے والا زلزلہ قومیت ہے ۔ اس حقیقت کو ایک لحظہ بھی بھول جانے کا نتیجہ ابدی محرومی ہے ۔ عربیت اور البانی تعصب کے ساتھ یہ ملت آگے نہیں بڑھ سکتی ۔"

عاکف، خلافتِ عثمانیہ کو مسلمانوں کی آخری پناہ گاہ تصور کرتے تھے ، اس لیے اس کے زوال سے ملول اور دل شکستہ رہتے تھے ۔ اپنی ایک نظم میں کہتے ہیں :

"اگرچہ ہماری شان و شوکت کا تختہ بھی ڈانواں ڈول ہے مگر اس دین کو آزاد کرانے والی صرف ہماری حکومت ہے ۔ تونس سے ہندوستان اور مشرقِ بعید تک ساری اسلامی دنیا اہلِ صلیب کی گرفت میں آگئی ہے ۔ لیکن جس نے صلیب کے بازوؤں کو پکڑ رکھا ہے وہ ہماری ہی طاقت ہے ۔ اگر یہ طاقت ختم ہوگئی تو دنیا پر نصرانیت غالب آجائے گی ۔"

اپنی ایک نظم میں انھوں نے خلافتِ عثمانیہ کے لیے اس طرح دعا مانگی ہے :

"مصائبِ زمانہ روحِ اسلام کو نچوڑ رہے ہیں اور اسے فنا کر دیں گے ۔ اگر تو ظالموں کو واقعی سزا دینا چاہتا ہے تو کیا تمام مظلوم بھی ان کے ساتھ ان کی آگ میں جل جائیں ؟

خدایا ! ہم بیشتر بے گناہ ہیں ۔ ہمیں آتشِ غضب میں نہ جلا ۔ آمین ۔

"صرف یہ بچا ہوا ملک (ترکی) ہمارے مذہب کی آخری پناہ گاہ ہے ۔ اگر یہ بھی تباہ ہوگیا تو یہ اندیشہ بے جا نہ ہوگا کہ شرعِ مبین تباہ ہو جائے گی ۔ خدایا ! شرعِ مبین کو ذلیل و خوار نہ کر ۔ آمین ۔"

عاکف کی زندگی میں دولتِ عثمانیہ کو جن مصائب سے دوچار ہونا پڑا ان کا عاکف کے دل و دماغ

پر گہرا اثر پڑا اور انھوں نے اس دور کے مختلف واقعات کو بڑے درد انگیز اور دل نشین پیرائے میں بیان کیا ہے۔ ذیل میں چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

درۂ دانیال کی جنگ سے متعلق اپنی لافانی نظم میں کہتے ہیں:

"دنیا کی ساتوں اقلیمیں تمھارے سامنے کھڑی ہیں۔ تم آسٹریلیا کو کناڈا کے ساتھ یک جا دیکھ رہے ہو۔ ان کے چہرے مختلف ہیں۔ ان کے چمڑے اور زبانیں رنگ برنگی ہیں۔ صرف ایک حقیقت ان کے مابین مشترک ہے یعنی درندگی میں سب برابر ہیں۔

"وہ قحبہ جس کا نام تمدن ہے وہ واقعی بے حیا اور بے آبرو ہے یعنی مغربی تمدن۔"

درۂ دانیال کے مجاہدوں کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

"وہ ہماری فوج کے عظیم ترین فرزند ہیں۔ ان کی پاک پیشانیاں اسلام کی آخری سپر اور قلعے ہیں تم ۳۵ کروڑ مسلمانوں کی امید ہو۔ اگر تم متزلزل ہوئے تو مساجد کے مینار سینۂ آفاق سے اکھاڑ پھینکے جائیں گے اور پھر کبھی خدا کی آواز فضا میں نہ گونجے گی۔"

درۂ دانیال کے شہیدوں کا تذکرہ اس طرح کرتے ہیں:

"وہ سر جو رکوع کی حالت کے سوا کبھی دنیا میں نہ جھکتے تھے، اب پیشانی پر گولی کھا کر زمین پر لمبے پڑے سو رہے ہیں۔ یا رب ایک ہلال (ترکی کا جھنڈا) کی خاطر کتنے آفتاب ڈوب گئے۔"

برلن میں قیام کے دوران عاکف ایک ریسٹوران میں جاتے ہیں اور جب وہاں ایک جرمن عورت کو اس کے بیٹے کے مارے جانے کی خبر ملنے پر روتے ہوئے دیکھتے ہیں تو ان کے تاثرات فوراً شعر کے قالب میں ڈھل جاتے ہیں۔ ان کو وہ ترک مائیں یاد آجاتی ہیں جو خود بھی اسی صورت حال سے دوچار تھیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں:

"ہم خود ایک عرصہ سے اس قسم کی بدنصیبیوں میں مبتلا ہیں۔ اگر مصائب کا کوئی ازلی دوست ہے تو وہ ہم ہیں۔"

اس کے بعد عاکف دنیائے اسلام کے مصائب کا نقشہ کھینچتے ہیں اور ان ہزاروں ترک ماؤں کا تذکرہ کرکے جن کے بچے شہید ہو چکے ہیں، جرمن خاتون سے کہتے ہیں کہ ان ترک ماؤں کو بھی یاد کرو اور مسلمانوں کے رنج و غم میں برابر کی شریک بنو۔

اس ضمن میں عاکف کی ایک مشہور نظم "بلبل" ہے۔ یہ نظم اس وقت لکھی گئی تھی جب شہر بروصہ کو یونانی پامال کر رہے تھے۔ شاعر ٹہلنے نکلتا ہے کہ اس کے کان میں بلبل کی درد بھری آواز آتی ہے۔ بلبل کی یہ فریاد اس کے دل میں ہلچل مچا دیتی ہے اور وہ پرندے کو یوں مخاطب کرتا ہے:

"اے بلبل! یہ قیامت خیز فریاد کس لیے؟ تجھے کس چیز کا غم ہے؟ تو زمردیں تخت پر بیٹھا ہے۔ اگر دنیا کا ہر ملک تہ و بالا ہو جائے تو بھی تیرا ملک اور آشیانہ پامال نہیں ہو سکتا۔ تو آج ایک سرسبز وادی میں ہے تو کل کسی گل رنگ گلشن میں۔ تیرا گھر بار سلامت رہے، تیرا دل شاد رہے اور تیری دنیا آباد رہے ..... جب تیرا یہ حال ہے تو تیرا دل کیوں درد و غم سے پریشان ہے؟ اور کیوں تیرے ننھے سینہ میں ایک سمندر موجزن ہے"

اس کے بعد شاعر بروصہ کی تباہی کا ذکر کرتا ہے اور کہتا ہے کہ "حرمِ اسلام میں نامحرم گھوم رہے ہیں اس لیے ماتم میرا حق ہے۔ اے بلبل خاموش! کہ تجھے ماتم کرنے کا حق نہیں"

اسلامی دنیا کی تباہ حالی کا ذکر انھوں نے اپنی ایک نظم "مشرق" میں بڑے درد انگیز انداز میں کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں:

"لوگ مجھ سے پوچھتے ہیں کہ تم نے مشرق کی اتنے عرصہ تک سیاحت کی، آخر تم نے کیا دیکھا؟ میں کیا بتاؤں کیا دیکھا۔ میں نے اس سرے سے اس سرے تک ویران بستیاں، بے سری قومیں، ٹوٹے پھوٹے پل، بند نہریں، سنسان سڑکیں دیکھیں۔ میں نے جھریاں پڑے چہرے، جھکی ہوئی کمریں، خالی دماغ، بے حس دل، الٹی عقلیں دیکھیں۔ میں نے ظلم، غلامی، خستہ حالی، ریا کاری، قابلِ نفرت برائیاں، طرح طرح کی بیماریاں، جلے ہوئے جنگل، ٹھنڈے چولھے، بنجر کھیت، میلی صورتیں اور نکمے ہاتھ پاؤں دیکھے جن کا کوئی مقصد نہیں۔ راتیں دیکھیں جن کی کوئی صبح نہیں[۱۳]"

ملی ترانہ

اس جگہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کے ترانۂ آزادی کا ترجمہ بھی پیش کر دیا جائے۔ یہ ترانہ جیسا کہ بتایا جا چکا ہے عاکف کا ایک عظیم اور لافانی شاہکار ہے۔ اس کی روح چونکہ لافانی ہے،

۱۳؎ خالدہ ادیب، ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمکش، ص ۱۹۳

اس لیے ترکی کو غیر مذہبی مملکت قرار دینے کے بعد بعض حلقوں سے اس ترانہ کو تبدیل کرنے کا مطالبہ بھی کیا گیا لیکن اس مقصد میں ان کو کامیابی نہیں ہوئی۔ ذیل کا ترجمہ ترانہ کے چار بندوں کا ہے :

۱۔ ڈر کیسا! یہ شفق رنگ فضاؤں میں تیرنے، چمکنے والا اور لہرانے والا سرخ پرچم اس وقت تک چمکتا رہے گا جب تک ہمارے وطن کے سب سے آخری خاندان کا چراغِ حیات گل نہ ہو جائے۔ وہ ہماری ملت کی قسمت کا تارا ہے جو روشن ہے اور روشن رہے گا۔ وہ ہمارا اور صرف ہمارا ہے۔

۲۔ ہم ازل سے آزاد ہیں اور آزاد رہیں گے۔ وہ کون پاگل ہے جو ہمیں زنجیروں میں جکڑنے کی کوشش کرے گا۔ ہم گرجتے گونجتے سیلاب کی طرح ہیں اور ہر بند کو توڑ کر نکل جاتے ہیں۔ ہم پہاڑوں کو چیر کر فضائے بسیط کی وسعتوں میں پھیلنا جانتے ہیں۔

۳۔ اے اللہ ہم اپنی روح کی گہرائیوں سے تیری بارگاہ میں یہ التجا کرتے ہیں کہ ہماری عبادتگاہوں تک نامحرموں کی رسائی نہ ہو اور یہ اذانیں جو تیرے دین کی شہادت (گواہ) ہیں تا ابد ہمارے ملک کے طول و عرض میں گونجتی رہیں۔

۴۔ اے پیارے ہلال! تیرے قربان جاؤں۔ تیرے چہرے پر رنج و غم کیسا؟ غصہ اور جلال کی یہ شدت کیسی؟ تو ہماری بہادر قوم کو دیکھ کر ایک بار مسکرا دے۔ ورنہ ہم نے جو خون بہایا ہے وہ بعد میں ہلال کی شکل اختیار نہ کر سکے گا۔ استقلال اور آزادی خدائے برحق کی پرستش کرنے والی اس ملّت کا مقدس حق ہے۔"

انتخابِ حدیث : مولانا محمد جعفر شاہ پھلواروی

یہ کتاب ان منتخب احادیث کا مجموعہ ہے جو زندگی کی اعلیٰ قدروں سے تعلق رکھتی ہیں اور جن سے فقہ کی تشکیلِ جدید میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ ہر حدیث کی الگ سرخی قائم کی گئی ہے اور اس کا سلیس ترجمہ بھی درج ہے۔ یہ مجموعہ حدیث کی چودہ کتابوں کا خلاصہ اور بے مثل انتخاب ہے۔

صفحات : ۵۵۶ قیمت : پانچ روپے

ملنے پتہ : ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور